بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیان ---------- ④

طلباء کیلئے راہِ عمل

@TaleefatHakeemUlUmmatThanvi

{افادات}

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

حضرت تھانویؒ کے ملفوظات و مواعظ سے منتخب چند اہم اور
مفید اقتباسات جو طلبہ کے لیے بیحد مفید ہے۔

- حدیث رسول کی بے حرمتی ۹۰
- قادیانی کا اپنے لیے معجزات کا دعویٰ ۹۰
- عیسیٰ علیہ السلام کی سخت توہین ۹۱
- بزرگان اسلام کی توہین ۹۱
- قادیانیت میں علماء کی خدمات ۹۱
- خطہ کشمیر سے خطاب ۹۲
- اس فرقہ کے ساتھ کسی قسم کی رواداری سخت خطرہ ہے ۹۲
- اہل علم حق تلمذ ادا کریں ۹۲
- اسلام کوئی نسلی یا نسبی لقب نہیں ۹۳
- حکومت کشمیر کو انتباہ ۹۳

@TaleefatHakeemUlUmmatThanvi

(۵) طلباء کیلئے راہِ عمل

(حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ)

- طلباء کی بدحالی و بدشوقی ۹۶
- ناکام طلباء ۹۷
- طلبہ کو فکر و اہتمام کی ضرورت ۹۷
- فضولیات سے احتراز کی ضرورت ۹۷
- فضولیات ظلمت پیدا کرتی ہے ۹۸
- استاد کا سبق یا کوئی بات راز لے کر سننا ۹۸

* طلباء کے لیے چند ہدایات وتنبیہات.................... ۹۹
* بعض طلباء کی غلط فہمی.................... ۱۰۰
* شیطانی دھوکہ اور علماء کی بدنامی کی وجہ.................... ۱۰۰
* آج کل اخلاق کا فقدان ہے.................... ۱۰۱
* چھوٹے مدرسوں سے نکل کر بڑے مدرسوں میں جانے والے آزاد اور برباد طلباء.................... ۱۰۱
* علماء وطلباء کو اہم نصیحت وصیت.................... ۱۰۲
* علماء کے کرنے کے چار کام.................... ۱۰۳
* ضرورت کا اہل علم کو خیال رکھنا چاہیے.................... ۱۰۳
* فارغ ہونے کے بعد اگر دنیاوی کام میں لگ جائے پھر بھی چند کام تو ضرور ہی کرنا چاہیے.................... ۱۰۴
* استغناء غیرت، خودداری.................... ۱۰۵
* اہل علم کو آج کل لوگ ذلیل سمجھتے ہیں.................... ۱۰۶
* طلباء وعلماء کس طرح باوقعت وعزت دار بن سکتے ہیں.................... ۱۰۶
* عزت کا مدار.................... ۱۰۷
* عمل وتقویٰ کے بارے میں طلبہ کی کوتاہی.................... ۱۰۷
* طلباء کی غلطی اور نفس وشیطان کا دھوکہ.................... ۱۰۸
* طلباء سے چند صاف صاف باتیں.................... ۱۰۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقتباس

ایک سبق علماء کو لینا چاہیے کہ علم کو فضل عظیم سمجھ کر حاصل کریں اس سے کوئی دنیوی غرض نہ رکھیں اور تحصیل (فراغت) کے بعد اس فضل عظیم کی پوری قدر کریں، اس کی حفاظت کریں، اس کو ضائع نہ کریں۔

آج کل طلبہ کی یہ حالت ہے کہ علم حاصل کرنے تک تو نہ کچھ نیت ہوتی ہے نہ توجہ، نہ شغل، اور جب فارغ ہوتے ہیں تو بعض تو اسے دنیا کمانے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں اور بعض طلبہ اس سے تعلق بھی نہیں رکھتے، کہیں کوئی طبیب بن جاتا ہے، کوئی تاجر بن گیا، کوئی صناع (کاریگر) بن گیا...... میں کچھ بننے کو منع نہیں کرتا، بنو مگر علوم سے تعلق تو رکھو، تاکہ اس کا نفع متعدی رہے۔

پیراگراف از بیان حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

@TaleefatHakeemUlUmmatThanvi

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى . . . اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

طلباء کی بدحالی و بدشوقی

مدارس میں ایسے طلباء موجود ہیں جو برائے نام اسباق میں آجاتے ہیں مگر اندرونی طور پر عالم فاضل وغیرہ کے کورس سے دلچسپی رکھتے ہیں تاکہ سرکاری نوکری مل سکے بھلا یہ لوگ طالب علم کہلانے کے مستحق ہیں؟ ہرگز نہیں۔

یہ بھی ایک مرض ہوگیا ہے کہ آج کل طلبہ کتابوں کے ختم کرنے کو اصل کام سمجھتے ہیں اگرچہ سماعت ہی سے ہو اور کتاب کی عبارت ایک دن بھی نہ پڑھنا پڑے۔ اور اب تو بعض طلبہ کی یہ حالت سنی ہے کہ سبق میں شریک بھی ہیں مگر اس کی خبر نہیں کہ سبق کہاں ہو رہا ہے اور کسی مسئلہ کی تقریر ہو رہی ہے۔

ناکام طلباء

طالبان علم کہلانے والوں میں ایک قسم کے وہ لوگ بھی ہیں جو یوں چاہتے ہیں کہ ہم کو کچھ کرنا بھی نہ پڑے اور عالم ہو جائیں اس کی ترکیب انہوں نے یہ نکالی کہ مدرسہ میں داخل ہو کر کسی جماعت میں شریک ہو گئے پھر دس بارہ دن کم و بیش غائب ہو گئے نہ مطالعہ ہے نہ تکرار ہے، نہ سبق کے وقت توجہ ہے بس جماعت نے کتاب ختم کر لی تو ان کی بھی ختم شمار ہو گئی درسیات سے فارغ ہو گئے۔

تو یاد رکھو یہ طالب علمی نہیں ہے اس طرح علم نہیں آتا۔

طلبہ کو فکر و اہتمام کی ضرورت

طلبہ کے لیے محض کتب بینی کافی نہیں بلکہ فکر کے ساتھ مطالعہ کی سخت ضرورت ہے اور فکر و مطالعہ اختلاط کے ساتھ نہیں ہو سکتا اس کے لیے یکسوئی اور تنہائی کی ضرورت ہے جو لوگ ہر وقت اختلاط میں رہتے ہیں اور باتیں ہی بناتے رہتے ہیں ان کا قلب انوار سے خالی ہو جاتا ہے اور قلب کا خالی ہونا بہت ہی برا ہے۔

علوم کے لیے یکسوئی اور اجتماع خیال کی ضرورت ہے اور یہ گوشہ تنہائی میں زیادہ حاصل ہوتی ہے۔

فضولیات سے احتراز کی ضرورت

فضولیات میں پڑنے سے آدمی کا فہم (سمجھ) مسخ ہو جاتا ہے اور ضروری کاموں سے رہ جاتا ہے۔ کھلی ہوئی بات ہے جب چاہو تجربہ کر لو، ملنا جلنا کم کر دو، بولنا کم کر دو اِدھر اُدھر فضول دیکھنا بھالنا کم کر دو، معاصی سے اجتناب کرو، اس سے خود بخود فہم اور عقل میں نورانیت پیدا ہو گی۔

جو لوگ بک بک بہت کرتے ہیں ان کی فہم (سمجھ) اور عقل برباد ہو جاتی ہے معاصی سے اِدھر اُدھر دیکھنے سے حواس منتشر ہو کر عقل خراب ہو جاتی۔

جو شخص فضولیات میں متبلا ہو گا وہ کبھی ضروریات کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا یہ تجربہ کی بات ہے۔

فضولیات ظلمت پیدا کرتی ہے

فضول، لغو کلام، عبث کلام سب ایک ہی ہیں۔ اس سے قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے نورانیت فنا ہوتی ہے۔ باطن کی استعداد برباد ہوتی ہے۔ اس استعداد کے ضعیف ہونے کو حدیث میں موتِ قلب کہا گیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ قلب میں ایک نور ہوتا ہے وہ ضعیف ہو جاتا ہے۔

عبث (بیکار) کا ایک ضرر تو یہی ہے کہ کثرت عبث سے قلب کا نور بجھ جاتا ہے، اور قلب میں قساوت (سختی) پیدا ہوتی ہے۔

چنانچہ بلا ضرورت اگر کوئی کسی سے اتنا پوچھ لے کہ کہاں جاؤ گے اس سے بھی قلب میں ظلمت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور قلب مردہ ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کو حس ہی نہ ہو تو اس کا کیا علاج ہے۔

اگر آخرت کی فکر ہو تو انسان کبھی فضول اور عبث میں نہیں پڑ سکتا، پڑنا تو بڑی بات ہے اس کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔

استاد کا سبق یا کوئی بات راز لے کر سننا

ایک طالب علم نے دوسرے طالب علم کے ذریعہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ اور خود خفیہ طور سے سننے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اتفاقاً میں نے دیکھ لیا، پاس بلا کر دھمکا کر سمجھایا کہ چوروں کی طرف چھپ کر سننے کا کیا مطلب؟ کیا کسی نے یہاں آنے سے منع

کیا ہے؟ اگر شرم آتی تھی تو اپنے فرستادہ (بھیجے ہوئے) سے جواب پوچھ لیتے۔ چھپ کر کسی کی بات سننا عیب اور گناہ کی بات ہے کیونکہ ممکن ہے کہ متکلم کوئی ایسی بات کرے جس کو اس (چھپ کر سننے والے) سے پوشیدہ کرنا چاہے۔

طلباء کے لیے چند ہدایات وتنبیہات

طالب علم اور طالبِ حق کے لیے لوگوں سے میل جول (فضول اختلاط) سم قاتل ہے۔

طالب علموں میں دو مرض (بکثرت) ہیں جاہ اور شہوت ان سے بہت کم خالی ہیں اور یہی دونوں چیزیں دین کو برباد کرنے والی ہیں۔

جو طالب علم مدرسہ میں داخل ہونے کے لیے آتا ہے اس کو دو وصیتیں کی جاتی ہیں ایک یہ کہ کسی سے دوستی مت کرو دوسرے یہ کہ کسی سے دشمنی مت کرو۔

افسوس اب تو طالب (مدرسہ کے) مہتمم کے کاموں میں دخل دیتا ہے یہ حریت (اور آزادی) ہے لوگوں کا مذاق ہی بگڑ گیا ہے اور ایسا بگڑا ہے کہ شور وشر کو حیات (زندگی) سمجھتے ہیں۔ اور سکون کو موت، یعنی وہ زندہ ہی کیا جو حرکت نہ کرے اور حرکت بھی کرے تو ایسی۔

ان کے نزدیک جس طرح سکون حیات کے منافی ہے اسی طرح حرکت مستقیمہ بھی اس لیے حرکت غیر مستقیمہ کو حیات سمجھتے ہیں۔

بعض لوگ مسجد کا پنکھا (اور لوٹا وغیرہ) حجرہ سے لے جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ کیا چیز ہے ذرا سا پنکھا (یا وہ لوٹا) ہی تو ہے معمولی بات خیال کرتے ہیں حالانکہ بڑی بات ہے۔ یہ حرکت طالب علموں میں بہت ہے بتلاؤ ایسے پڑھنے سے کیا فائدہ؟

جب دینی مدارس میں رہ کر بھی دین نہ پیدا ہوا تو ایسے پڑھنے سے کیا فائدہ سوائے گمراہی پھیلانے کے اور کیا نتیجہ ہوگا۔

کیا ہے؟ اگر شرم آتی تھی تو اپنے فرستادہ (بھیجے ہوئے) سے جواب پوچھ لیتے۔ چھپ کر کسی کی بات سننا عیب اور گناہ کی بات ہے کیونکہ ممکن ہے کہ متکلم کوئی ایسی بات کرے جس کو اس (چھپ کر سننے والے) سے پوشیدہ کرنا چاہے۔

طلباء کے لیے چند ہدایات وتنبیہات

طالب علم اور طالبِ حق کے لیے لوگوں سے میل جول (فضول اختلاط) سم قاتل ہے۔

طالب علموں میں دو مرض (بکثرت) ہیں جاہ اور شہوت ان سے بہت کم خالی ہیں اور یہی دونوں چیزیں دین کو برباد کرنے والی ہیں۔

جو طالب علم مدرسہ میں داخل ہونے کے لیے آتا ہے اس کو دو وصیتیں کی جاتی ہیں ایک یہ کہ کسی سے دوستی مت کرو دوسرے یہ کہ کسی سے دشمنی مت کرو۔

افسوس اب تو طالب (مدرسہ کے) مہتمم کے کاموں میں دخل دیتا ہے یہ حریت (اور آزادی) ہے لوگوں کا مذاق ہی بگڑ گیا ہے اور ایسا بگڑا ہے کہ شور وشر کو حیات (زندگی) سمجھتے ہیں۔ اور سکون کو موت، یعنی وہ زندہ ہی کیا جو حرکت نہ کرے اور حرکت بھی کرے تو ایسی۔

ان کے نزدیک جس طرح سکون حیات کے منافی ہے اسی طرح حرکت مستقیمہ بھی اس لیے حرکت غیر مستقیمہ کو حیات سمجھتے ہیں۔

بعض لوگ مسجد کا پنکھا (اور لوٹا وغیرہ) حجرہ سے لے جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ کیا چیز ہے ذرا سا پنکھا (یا وہ لوٹا) ہی تو ہے معمولی بات خیال کرتے ہیں حالانکہ بڑی بات ہے۔ یہ حرکت طالب علموں میں بہت ہے بتلاؤ ایسے پڑھنے سے کیا فائدہ؟

جب دینی مدارس میں رہ کر بھی دین نہ پیدا ہوا تو ایسے پڑھنے سے کیا فائدہ سوائے گمراہی پھیلانے کے اور کیا نتیجہ ہوگا۔

بعض طلباء کی غلط فہمی

بعض طلباء یہ خیال کرتے ہیں کہ ابھی تو ہمارا زمانہ علم حاصل کرنے کا ہے اس زمانہ میں عمل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں فارغ ہونے کے بعد عمل کرلیں گے یہ سراسر شیطانی دھوکہ ہے۔

اہل علم کو (اپنی) اصلاح کی فکر نہیں جس کی بدولت علم کی جگہ جہل ہوگیا، بزرگی کی جگہ فسق ہوگیا، مدارس میں جاکر دیکھو طالب علم اور اساتذہ کا کیا رنگ ہے، نہ حدود ہیں نہ انسانیت اور آدمیت ہے کہتے ہیں کہ مولوی ہوکر سب درست ہوجائیں گے۔

ارے نادانو! اور بگڑ جائیں گے، اس وقت (طالب علمی کے زمانہ میں تو دوسروں کے ماتحت ہیں جب ابھی ٹھیک نہ ہوئے تو آئندہ خود مختار ہوکر کیا امید ہے۔ اس وقت کوئی یہ بھی نہ کہہ سکے گا کہ مولانا آپ سے یہ کوتاہی ہوئی یا آپ نے مسئلہ کے خلاف (اور غلط کام) کیا، درست ہونے (اور اصلاح) کا تو یہ طالب علمی ہی کا وقت ہے۔

شیطانی دھوکہ اور علماء کی بدنامی کی وجہ

ہمارے بعض طالب علموں کا خیال ہے کہ ابھی تو ہم پڑھ رہے ہیں جب پڑھ لیں گے اس وقت عمل کریں گے یہ خیال بالکل غلط ہے جس گناہ کو تم آج نہیں چھوڑ سکتے اور جس اطاعت کو اس وقت اختیار نہیں کرسکتے۔ اور نفس پر قابو نہیں تو کل بدرجہ اولیٰ تم سے عمل نہ ہوسکے گا۔ بلکہ آج عمل کرنا سہل ہے جس قدر مدت گذرے گی نفس کے اندر اخلاق رذیلہ راسخ ہوں گے۔

عوام الناس کو جس قدر شکایتیں اور الزامات علماء پر ہیں اس بدعملی ہی کی بدولت ہیں۔

آج کل اخلاق کا فقدان ہے

اور عمل سے میری مراد نماز، روزہ، اور بہت سے نوافل نہیں وہ تو بفضلہٖ تعالیٰ آپ کرتے ہی ہیں اس لیے ان سے بحث اور گفتگو نہیں بلکہ میرا روئے سخن اکثر اخلاق کے متعلق ہے، تکبر، باہمی حسد، غیبت اور قلب ونگاہ کے تمام گناہ چھوڑ دو، اور ان کے علاج کی فکر کرو، خدا سے خشیت اور محبت، دین کی محبت اور جن سے تم کو نفع پہنچ رہا ہے ان کی اطاعت اور خدمت کرو اور حرص اور طمع کے پاس بھی نہ جاؤ۔

اس سے دنیا داروں کی نظر میں آپ لوگوں کی بڑی رسوائی ہوتی ہے اس لیے جہاں اس کا ادنی احتمال بھی ہو ہرگز وہاں نہ جاؤ۔ اور نہ وہ فعل اختیار کرو اگرچہ تم تنگی کی حالت میں ہو۔ بالکل مستغنی رہو۔

چھوٹے مدرسوں سے نکل کر بڑے مدرسوں میں جانے والے آزاد اور برباد طلباء

جو طلبہ ایک وقت تک کسی کی نگرانی اور ماتحتی میں رہے ہوں وہ جب بڑے مدارس میں جاتے ہیں اور طبیعت میں آزادی رکھتے ہیں تو وہ ان مدارس میں جا کر مخلی بالطبع (بالکل ہی آزاد) ہو جاتے ہیں چونکہ طبعی قاعدہ ہے کہ جو قوت ایک زمانہ تک بند رہی ہو جب اس کو آزادی ملتی ہے تو ایک دم سے ابل پڑتی ہے۔

اس کی اصلاح کی دو صورتیں ہیں۔ اس آزادی کی روک تھام جو عقل سے ہوتی ہے۔ عقلمندوں کو یہ بات یاد رہنا چاہیے کہ نفس کو پابند کرنا اور آزادی سے روکنا اور اس میں استقلال اور پختگی پیدا کرنا نہایت ضروری ہے۔ ورنہ انسان اور جانور میں کیا فرق ہوگا۔ مرادنگی اسی میں ہے کہ انسان اپنے نفس پر قابو یافتہ ہو نفس کا تابع نہ ہو۔

آج کل اخلاق کا فقدان ہے

اور عمل سے میری مراد نماز، روزہ، اور بہت سے نوافل نہیں وہ تو بفضلہ تعالیٰ آپ کرتے ہی ہیں اس لیے ان سے بحث اور گفتگو نہیں بلکہ میرا روئے سخن اکثر اخلاق کے متعلق ہے، تکبر، باہمی حسد، غیبت اور قلب و نگاہ کے تمام گناہ چھوڑ دو، اور ان کے علاج کی فکر کرو، خدا سے خشیت اور محبت، دین کی محبت اور جن سے تم کو نفع پہنچ رہا ہے ان کی اطاعت اور خدمت کرو اور حرص اور طمع کے پاس بھی نہ جاؤ۔

اس سے دنیا داروں کی نظر میں آپ لوگوں کی بڑی رسوائی ہوتی ہے اس لیے جہاں اس کا ادنی احتمال بھی ہو ہرگز وہاں نہ جاؤ۔ اور نہ وہ فعل اختیار کرو اگرچہ تم تنگی کی حالت میں ہو۔ بالکل مستغنی رہو۔

چھوٹے مدرسوں سے نکل کر بڑے مدرسوں میں جانے والے آزاد اور برباد طلباء

جو طلبہ ایک وقت تک کسی کی نگرانی اور ماتحتی میں رہے ہوں وہ جب بڑے مدارس میں جاتے ہیں اور طبیعت میں آزادی رکھتے ہیں تو وہ ان مدارس میں جا کر مخلی بالطبع (بالکل ہی آزاد) ہوجاتے ہیں چونکہ طبعی قاعدہ ہے کہ جو قوت ایک زمانہ تک بند رہی ہو جب اس کو آزادی ملتی ہے تو ایک دم سے ابل پڑتی ہے۔

اس کی اصلاح کی دو صورتیں ہیں۔ اس آزادی کی روک تھام جو عقل سے ہوتی ہے۔ عقلمندوں کو یہ بات یاد رہنا چاہیے کہ نفس کو پابند کرنا اور آزادی سے روکنا اور اس میں استقلال اور پختگی پیدا کرنا نہایت ضروری ہے۔ ورنہ انسان اور جانور میں کیا فرق ہوگا۔ مرادنگی اسی میں ہے کہ انسان اپنے نفس پر قابو یافتہ ہو نفس کا تابع نہ ہو۔

اور جو ایسے لوگ ہیں کہ ان میں عقل نہیں ان کا ناقص العقل ہونا مشاہد ہے ان کے لیے بڑوں کی ماتحتی اور تابع داری ضروری ہے اس کے بغیر ان کی تباہی ہے۔

بے وقوف (اور کم عقل) کے لیے یہی مصلحت ہے کہ کسی کا تابع ہو کر رہے جیسے اگر چھوٹے بچے کو ماں باپ کے تابع نہ کیا جائے تو وہ یقیناً ہلاک ہوگا کیوں کہ اس کو اپنے نفع اور ضرر کی کچھ خبر نہیں تو بیوقوف (اور ناسمجھ) کے لیے کسی کا ماتحت ہونا ہی مصلحت ہے اور اسی میں اس کی حفاظت ہے تاکہ دوسرا اس کو روک ٹوک کر سکے۔

زمانہ طالب علمی میں مطیع ہو کر ہی رہنا چاہیے یعنی طالب علم میں خورائی اور آزادی نہیں بلکہ اس کو اساتذہ اور اپنے بڑوں کا مطیع و فرمابردار اور تابع ہونا چاہیے۔

جو مستقل بالذات ہوتا ہے (بڑوں کے تابع نہیں ہوتا) وہ مستقل بذات ہو جاتا ہے۔

علماء وطلباء کو اہم نصیحت وصیت

علماء کو ایک بات کی اور نصیحت کرتا ہوں وہ یہ کہ جس کے سر پر بڑے موجود ہوں۔ اس کو اپنی شہرت کی کوشش نہیں کرنا چاہیے بلکہ جہاں تک ہو اپنے کو گم کرو، گمنامی میں رہو کیونکہ بڑا بننا سخت خطرہ کی بات ہے اور شہرت سے دنیوی مصائب کا دروازہ بھی کھل جاتا ہے۔

سلامتی اس میں ہے کہ چھوٹے بن کر رہو اس میں دین کی بھی سلامتی ہے اور دنیا کی بھی۔

اور جس کے سر پر کوئی بڑا نہ ہو اس کے لیے میں دوسرا طریقہ بتلاتا ہوں اور اس کے مستحسن (پسندیدہ) ہونے پر قسم کھا سکتا ہوں۔ وہ یہ کہ اپنے چھوٹوں سے مشورہ کیا کرے ان شاء اللہ غلطیوں سے محفوظ رہے گا۔

جس طرح کوئی طبیب بیمار ہو جائے تو اپنا علاج خود نہیں کرتا بلکہ دوسرے معالج کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اسی طرح مشائخ وقت اور مقتداء (علماء) لوگوں کو اگر کسی وقت اپنے نفس میں کوئی روحانی مرض محسوس ہو تو ان کو چاہیے کہ کسی اپنے بڑے سے رجوع کریں۔ اور اگر کسی شخص کا ضابطہ کا کوئی بڑا نہ رہے (ضابطہ کا اس لیے کہا کہ حقیقت میں کون بڑا ہے اس کی خبر تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے) تو اس کو چاہیے کہ اپنے چھوٹوں ہی سے متعدد لوگوں کے سامنے اپنا حال پیش کرے مشورہ کرے توقع ہے کہ صحیح حال سمجھ میں آجائے گا۔

علماء کے کرنے کے چار کام

اس وقت اس (تعلیم) کے چند افراد میرے ذہن میں ہیں ان کو عرض کرتا ہوں اور وہ استقرائی چار ہیں۔ وعظ، تدریس، امر بالمعروف بخطاب خاص تصنیف، علماء کو ان چاروں شعبوں کو اختیار کرنا چاہیے اس طرح کہ طلباء کے سامنے تو مدرس بن کر بیٹھیں۔ اور عوام کے سامنے واعظ ہوں۔ اور خاص مواقع میں امر بالمعروف کریں، اور خاص مواقع سے مراد یہ ہے کہ جہاں اپنا اثر ہو وہاں خطاب سے نصیحت کریں کیونکہ ہر جگہ امر بالمعروف مفید نہیں ہوتا اور بعض دفعہ عام لوگوں کو امر بالمعروف کرنے کی وجہ سے مخالفت بڑھ جاتی ہے جس کا تحمل ہر ایک سے نہیں ہوتا اور اگر کسی سے تحمل ہو سکے تو سبحان اللہ وہ امر بالمعروف کریں مگر یہ ضروری ہے کہ اپنی طرف سے سختی اور درشتی کا اظہار نہ کریں بلکہ نرمی اور شفقت سے امر بالمعروف کرے اس پر بھی مخالفت ہو تو تحمل کرے اور اگر تحمل کی طاقت نہ ہو تو خطاب خاص نہ کرے صرف خطاب عام پر اکتفاء کرے۔

ضرورت کا اہل علم کو خیال رکھنا چاہیے

تین کام تو یہ ہیں، چوتھا کام تصنیف کا ہے علماء کو ضرورت کے موقع پر تصنیف بھی کرنا چاہیے اس کے یہ معنی نہیں کہ سب مصنف اور واعظ ہو جائیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ بقدر ضرورت علماء میں کچھ لوگ مصنف اور واعظ بھی ہونے چاہیے کیونکہ یہ امور فرض کفایہ ہیں ہر کام کرنے والے ضرورت کے مطابق کافی مقدار میں ہونے چاہیے۔ اگر ایک قصبہ میں بقدر ضرورت واعظ موجود ہوں تو دوسرے علماء پر وعظ کہنا واجب نہیں ان کو درس وتدریس میں مشغول رہنا جائز ہے۔ اور اگر واعظ کوئی نہ ہو تو مولوی صاحب کو اجازت نہیں کہ وہ صرف مدرس ہی بن کر رہیں بلکہ ضرورت کے موقع پر ان کو وعظ بھی کہنا چاہیے۔

وعظ میں خاص اثر ہوتا ہے جس سے عوام کی اصلاح زیادہ ہوتی ہے نیز عوام کو اس سے وحشت بھی نہیں ہوتی بلکہ دلچسپی ہوتی ہے اور اس کا جلدی اثر ہوتا ہے۔

الغرض تصنیف کا نفع بھی عام نہیں اور درس کا نفع تو بہت ہی خاص ہے کہ ایک خاص جماعت تک محدود ہوتا ہے سب سے زیادہ نفع عام وعظ کا ہے کہ ایک گھنٹہ میں پانچ چھ ہزار کو نفع ہو جاتا ہے تو وعظ کا نفع اتم واعم واسہل ہے اس لیے اس کو ضرور اختیار کرنا چاہیے۔

فارغ ہونے کے بعد اگر دنیاوی کام میں لگ جائے پھر بھی چند کام تو ضرور ہی کرنا چاہیے

ایک سبق علماء کو لینا چاہیے کہ علم کو فضل عظیم سمجھ کر حاصل کریں اور اس سے کوئی دنیوی غرض نہ رکھیں۔ اور تحصیل (فراغت) کے بعد اس فضل عظیم کی پوری قدر کریں۔ اس کی حفاظت کریں۔ اس کو ضائع نہ کریں۔

آج کل طلباء کی یہ حالت ہے کہ علم حاصل کرنے تک تو نہ کچھ نیت ہوتی ہے نہ توجہ، نہ شغل، اور جب فارغ ہوئے تو بعض تو اسے دنیا کمانے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ اور بعض

طلباء اس سے تعلق بھی نہیں رکھتے کہیں کوئی طبیب بن جاتا ہے کوئی تاجر بن گیا۔ کوئی صناع (کاریگر) بن گیا۔

میں کچھ بننے کو منع نہیں کرتا بنو مگر علوم سے تعلق تو رکھو تاکہ اس کا نفع متعدی رہے (سلسلہ باقی رہے) اور اس کی ایک خاص صورت یہ ہے کہ پڑھاتا رہے اور ایک عام صورت ہے وہ یہ کہ وعظ کہتا رہے جس کو آج کل علماء نے بالکل چھوڑ دیا اور اسی لیے اسے جہلاء نے لے لیا۔ اور اگر ان دونوں میں سے کچھ نہ ہو سکے تو کم از کم مطالعہ ہی کرتا رہے تاکہ ذہول نہ ہو جائے۔

اور اگر اتفاق سے کسی کے لیے کسب (کمائی) کا ذریعہ بھی یہی علم ہو تو وعظ کو ذریعہ معاش نہ بناؤ، بلکہ کوئی کتاب تصنیف کرو تدریس میں مشغول ہو اور اس سے معاش حاصل کرو۔

استغناء غیرت، خودداری

فرمایا کہ امراء عموماً اہل علم کو بے قدر سمجھتے ہیں بجز ان کے جنہوں نے اہل علم کی صحبت اٹھائی ہے۔ اہل علم خود جا جا کر گھستے ہیں مجھے تو بڑی غیرت آتی ہے۔

بئس المطاعم حین الذل تکسبها   فالقدر منتصب و القدر مخفوض

اپنی پیاز روٹی اس سے اچھی ہے جس میں ذلت ہو۔

ایک جج صاحب پرانی وضع اور پرانی روشنی کے ایک مقام پر آئے انہوں نے چاہا کہ وہاں کے روساء سے ملاقات کریں ایک رئیس صاحب کے پاس پہنچے تو وہ دور ہی سے صورت دیکھ کر گھر میں چلے گئے انہوں نے خادم کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ میں فلاں شخص ہوں آپ سے ملنے آیا ہوں نام سن کر وہ رئیس صاحب باہر آئے اور معذرت کر کے کہنے لگے کہ آپ کا عبا دیکھ کر میں یہ سمجھا کہ کوئی مولوی صاحب ہیں چندہ لینے کی

غرض سے آئے ہیں یہ خیالات ہیں عوام کے علماء کے متعلق۔

اہل علم کو آج کل لوگ ذلیل سمجھتے ہیں

جن علماء کا کم وبیش اثر ہے تو وہ ان کی بزرگی اور درویشی کے خیال کی وجہ سے ہے صرف عالم ہونے کی وجہ سے کسی عالم کا اچھا اثر نہیں بلکہ جو صرف عالم سمجھے جاتے ہیں ان کی تو یہ حالت ہے کہ اگر عوام اہل دنیا ان کی توہین نہ کریں تو غنیمت ہے۔ یا اگر کسی عالم کی باوجود بزرگ نہ سمجھے جانے کے عزت اور اثر ہو تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ دنیا کے اعتبار سے ذی جاہ ہوتا ہے۔ اور علی العموم اہل جاہ کی طرف لوگ اپنے کو منسوب کرتے ہیں۔ غرض صرف عالم ہونے کی وجہ سے کسی عالم کا کچھ اثر نہیں یا فقیری کی وجہ سے ہے یا جاہ کی وجہ سے اور بلفظ دیگر امیری کی وجہ سے ورنہ اگر صرف عالم ہونے کی وجہ سے کسی عالم کا اثر ہوتا تو طلبہ کا بھی بہت اثر ہونا چاہیے تھا کہ وہ بھی تو عالم ہیں۔ اور میں دوسروں کو کیا کہوں خود اپنے اندر بھی یہی حالت دیکھتا ہوں کہ طلبہ کی زیادہ وقعت نظر میں نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ علماء کی من حیث العلم کچھ وقعت نہیں۔

طلباء وعلماء کس طرح باوقعت وعزت دار بن سکتے ہیں

اس کی کوشش کرو کہ تمہارے مدرسے اہل دنیا کی نظر میں باوقعت ہو جائیں جس سے قلوب میں طلباء کی وقعت ہوگی …… باوقعت بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ علماء استغناء برتیں کیونکہ علماء کی عزت استغناء ہی سے ہوتی ہے۔ عبا وقبا سے نہیں ہوتی نیز آج کل طلباء کو کھانا لانے کے لیے امراء کے گھروں پر بھیجنا مناسب نہیں کیونکہ اس سے طلباء عوام کی نظروں میں ذلیل وحقیر ہوتے ہیں اور طلباء کی حقارت سے علم دین نظروں میں حقیر ہوتا ہے…… اس کی کوشش کرو کہ طلباء کی وقعت ہو جب طلباء کی وقعت ہوگی تو اہل

دنیا اپنے بچوں کو عالم بنائیں گے۔

عزت کا مدار

عزت کا مدار استغناء اور ذلت کا مدار احتیاج ہے لباس و وضع کو اس میں دخل نہیں اگر کپڑے پرانے ہیں اور ہفت اقلیم کا بھی دست نگر نہیں۔ تو وہ معزز ہے اور اگر لباس نوابوں کا سا ہے ہزاروں روپیہ تنخواہ ہے سامان امیرانہ ہے مگر نظر اس پر ہے کہ اس مقدمہ میں کچھ اور مل جائے فلاں معاملہ میں کچھ اور ہاتھ آ جائے تو ایسا شخص بالکل ذلیل ہے۔

علماء کی بے قدری سادگی سے اور پھٹے ہوئے کرتے پھٹے ہوئے جوتے سے نہیں ہوتی اس کی تو وہ کچھ بھی پرواہ نہ کریں مگر خدا کے لیے مستغنی ہو کر رہیں۔ ایک شخص پھٹے ہوئے لباس میں ہو لیکن عالم ہو متقی ہو تو ممکن نہیں کہ مسلمانوں کی نظروں میں اس کی عزت نہ ہو برخلاف اس کے جو لوگ عبا اور قبا میں ہوتے ہیں چاہے کیسے ہی مہذب طریقہ سے سوال کریں مگر ذلت ضرور ہوتی ہے خاص کر اگر تقویٰ ہوگا تو علوم حقہ قلب پر وارد ہوں گے۔ اب بھی جس طالب علم کا جی چاہے تجربہ کرے اور تقویٰ کو اختیار کر کے دیکھ لے کہ کیسے کیسے علوم حاصل ہوتے ہیں۔ اگر خلوص سے تقویٰ اختیار کیا جائے تو اس کی برکت کی تو حد نہیں۔ اگر خلوص نہ ہو تو امتحان کے لیے کر کے دیکھ لو اس کی برکت بھی کچھ نہ کچھ دیکھ لو گے۔ طلبہ کو خصوصیت کے ساتھ تقویٰ اختیار کرنا چاہیے۔

عمل و تقویٰ کے بارے میں طلبہ کی کوتاہی

تقویٰ زیادتِ علم کا سبب ہے طلبہ کو اس کا بالکل اہتمام نہیں اس میں وہ بے حد کوتاہیاں کرتے ہیں ان کوتاہیوں کی تفصیل میں کہاں تک کروں اور کس کس بات کو بتاؤں ذرا کوئی شخص دو ہفتہ کسی محقق کے پاس رہے اور اس سے اپنی اصلاح کی

درخواست کرے اور وہ محقق بھی ایسا ہو جو بے تکلف روک ٹوک کرتا ہو تب ان کو اپنی کوتاہیوں کی حقیقت معلوم ہو۔

طلبہ میں جو تقویٰ کی کمی ہے اس کا سبب یہی ہے کہ خدا تعالیٰ سے خوف نہیں ہے اب تو یہ حالت ہے کہ جس کام کو کرنا چاہتے ہیں اس کو گھیر گھار کر جائز کر لیتے ہیں گو دل میں جانتے ہیں کہ ناجائز ہے۔

بعض طلباء کہتے ہیں کہ ہم تو ابھی بچے ہیں یاد رکھو یہی عمر ہے تمہاری پختگی کی جس بات کی اب عادت ہو جائے گی وہ کبھی نہ چھوٹے گی اسی واسطے تو ارشاد۔ **مروا صبیانکم اذبلغوا سبعا** یعنی اپنے بچوں کو نماز کا حکم کرو جب وہ سات برس کو پہنچ جائیں حالانکہ نماز فرض ہوتی ہے بلوغ کے بعد اور بالغ ہوتا ہے اکثر پندرہ برس کی عمر میں اور حکم سات برس کی عمر سے پڑھوانے کا ہے تو وجہ اس کی یہی ہے کہ عادت پڑے گی۔

طلباء کی غلطی اور نفس وشیطان کا دھوکہ

بعض طلباء یہ خیال کرتے ہیں کہ ابھی تو ہمارا تحصیل علم کا زمانہ ہے اس میں عمل کی چنداں ضرورت نہیں یہ سراسر شیطانی دھوکہ ہے، نصوص نے وجوب احکام میں طلباء وعلماء میں کہیں فرق نہیں کیا البتہ اعمال زائدہ جیسے طویل اوراد یا مجاہدات وریاضات کہ ان میں مشغول ہونے سے طالب علم کے لیے مطالعہ اور تکرار سبق افضل ہے۔

طلباء سے چند صاف باتیں

میں نہایت ادب سے تھوڑا سا خطاب طالب علموں سے کرتا ہوں کہ آپ کی ضرورت محض علم وعمل کی وجہ سے ہوئی ورنہ آپ کوئی چیز نہیں۔ اور یاد رکھو جتنا لطیف کھانا ہوتا ہے اس میں زیادہ اور جلدی بدبو ہو جاتی ہے پس جس طرح بحالت درستی نافع الوجود

ہیں اسی طرح نادرستی میں مضر اور سبب فساد بھی ہوں گے۔ اس لیے آپ کو اپنی اصلاح کرانا ضروری ہے اور آپ کی اصلاح کے دو طریق ہیں ایک تو یہ کہ زمانہ تحصیل میں استاد دیندار ڈھونڈیئے۔ بد دین استاد ہرگز اختیار نہ کرو یہی طالب علمی کا وقت ہے تخم پاشی کا پھر اس کے بعد کچھ دنوں پڑھ کر کسی اہل اللہ کی چندے صحبت اختیار کرو تب تم خادم دین بن سکو گے پھر لوگ تمہارے قدم دھوئیں گے۔

آج کل طلبہ نے خیال کر رکھا ہے کہ درسیات سے فارغ ہو کر پھر عمل کا اہتمام کریں گے یہ بالکل شیطانی وسوسہ ہے۔ جس کی وجہ سے عمر بھر بھی عمل کی توفیق نہیں ہوتی۔ یاد رکھو ہر چیز کا پہلی بار جو اثر ہوتا ہے وہ پھر نہیں ہوا کرتا۔ جب علم حاصل کرنے کے وقت کسی کام کا ثواب یا گناہ معلوم ہوتا ہے اس وقت دل پر ایک خاص اثر ہوتا ہے اگر اس اثر سے اس وقت کام لیا گیا اور عمل کا اہتمام کر لیا گیا تب تو اثر آئندہ باقی رہتا ہے ورنہ پھر قلب سے زائل ہو جاتا ہے اور دوبارہ آسانی سے پیدا نہیں ہوتا۔ جب پڑھنے کے زمانہ میں تم احادیث و قرآن کی ورق گردانی کرتے چلے گئے اور ترغیب و ترہیب کا اس وقت تمہارے دل پر اثر نہ ہوا تو آئندہ کیا امید کی جا سکتی ہے کہ تم اس سے متاثر ہو گے۔ جب پہلے ہی تم نے یہ خیال کر کے آنکھیں بند کر لیں کہ یہ وقت ان پر عمل کرنے کا نہیں تو عزیز من یہ امید مت کرنا کہ درسیات سے فارغ ہو کر پھر اس کا کچھ بھی اثر تمہارے دل پر ہوگا۔ جب تمہارے نفس نے پہلے ہی بار اسے ٹال دیا پھر کیا اثر قبول کرے گا۔

اللہ تعالیٰ علم نافع کی دولت عطا فرمائے، اور تقویٰ کی صفت سے مزین فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ